www.khanqah.in

Visit us at: www.khanqah.in

ہفتہ وار

اشاعت کا پندرھواں سال

15th year of Publication

مبلغ

The Weekly **MUBALLIG**

Srinagar Kashmir

سرینگر کشمیر

قیمت صرف 3 روپے

07/مارچ تا 13/مارچ 2014ء جمعۃ المبارک 04 جمادی اول ۱۴۳۵ھ جلد نمبر: 15 شمارہ نمبر: 09

حضرت شیخ نورالدین نورانیؒ چھِ فرماوان:

گونگہِ کستوٗرِ تَن چھلہِ نأوِن

مَن مناوٗن تمی دار رَسے

عاشقَن تہٕ عأرفِن وَتھاہ ہأوِن

کَتھاہ تھأوِن سَمسار رَسے

عشق نے صاحبِ عشق کے تن و من کو صاف اور پاک کر ڈالا اور میدان میں اُتارا، من بھی پاک تن بھی پاک، اچھے اوصاف لیکر منصور میدان عشق میں اُترا تو ایسا طریقہ اختیار کیا جو زمانہ میں ہمیشہ کیلئے بطور یادگار رہا۔

ضروری گذارش: محترم قارئین کرام! یہ اَخبار عام اخباروں کی طرح نہیں، اسلئے اس کا اَدب واحترام ہمیشہ قارئین پر واجب ہے۔ مدیر

تعلیم قوموں کی شہہ رگ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔ مدظلہ العالی

اسلام سے پہلے مختلف قوموں میں عورتوں کو میراث نہیں ملتی تھی، ان کا خیال تھا کہ جو لوگ دُشمن سے پنجہ آزمائی کر سکتے ہیں اور قوم کی حفاظت اور مدافعت کا فریضہ انجام دیتے ہیں انہیں کو میراث پانے اور خاندان کی املاک میں حصہ دار بننے کا بھی حق حاصل ہے، غرض جسمانی طاقت اور مقابلہ کی قوت کو بڑی اہمیت حاصل تھی، اسی کو قوموں کی سربلندی کا راز اور غلبہ واقتدار کا وسیلہ تصور کیا جاتا تھا اور بڑی حد تک زمانہ کے حالات کے لحاظ سے یہ بات درست بھی تھی، لیکن آج حالات تبدیل ہو چکے ہیں اور اَب قوموں کی تقدیر میدانِ جنگ کے للکار اور شمشیر وآہن کی جھنکار کے بجائے علم وتحقیق کے مراکز اور دانش گاہوں سے متعلق ہوگئی ہے۔ جو قوم علم وفن سے عاری اور فکر ودانش سے محروم ہو، خواہ وہ کتنی ہی بڑی تعداد رکھتی ہو، لیکن اس کی حیثیت مٹی کے ڈھیر کی ہیں، جو ہمیشہ پاؤں تلے روندا اور قدموں کے نیچے بچھایا جاتا ہے، اس کی ایک کھلی ہوئی مثال جاپان اور خود ہمارا ملک ہندوستان ہے، ہم آبادی کے اعتبار سے دُنیا کی دوسری سب سے بڑی طاقت ہیں اور ہمارے ملک کا رقبہ بھی کچھ کم نہیں، قدرتی وسائل جتنے اس ملک کو کم ہی اس کی مثال ملے گی، جاپان آبادی کے اعتبار سے بھی اور رقبہ کے اعتبار سے بھی ہم سے بہت چھوٹا ملک ہے، قدرتی وسائل میں بھی وہ ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا، لیکن آج ہم جاپان کے سامنے دست سوال پھیلانا اور کشکولِ گدائی بڑھانا پڑتا ہے، یہ صورتحال محض علم ودانش کی طاقت کا ادنیٰ کرشمہ ہے!

اسلام وہ مذہب ہے جس نے اپنی آمد کے اوّل دِن سے علم پر زور دیا ہے، پیغمبر اسلام (ﷺ) جس سماج میں پیدا ہوئے اور نبوت سے سرفراز کئے گئے اس میں کیا کچھ برائیاں اور کوتاہیاں نہیں تھیں؟ شرک عام تھا، سیکڑوں دیویوں اور دیوتاؤں کی پوجا ہوتی تھی، طاقت کی حکمرانی تھی نہ جان محفوظ تھی اور نہ مال اور نہ عزت وآبر، بے حیائی اور بے شرمی کی کوئی بات نہیں تھی جو سماج میں نہ پائی جاتی ہو، بظاہر خیال ہوتا ہے کہ ان حالات میں انسانیت کے نام اللہ تعالیٰ کا پہلا پیغام توحید خداوندی کی دعوت اور شرک وبت پرستی کی تردید کا آنا چاہیے تھا کہ اسلام کی پوری تعلیم کا لب لباب اور خلاصہ یہی خدا کی وحدانیت کا تصور ہے، یا پھر پہلی وحی ظلم وجور کی مذمت اور عدل وانصاف کی ترغیب کی بابت ہونی چاہیے تھی، کیونکہ انسان سب سے زیادہ ضرورت مند ایسے سماج کا ہوتا ہے جو پُر اَمن ہو، ظلم وزیادتی سے محفوظ ہو اور بقاء باہم کے اصول پر قائم ہو، لیکن غور فرمائے کہ آپ (ﷺ) پر جو پہلی وحی نازل ہوئی اسمیں صراحۃً ان باتوں کا کوئی ذکر نہیں، بلکہ فرمایا گیا کہ اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو تمام کائنات کا خالق ہے، یعنی سب سے پہلے پیغمبر کے ذریعہ انسانیت کو جس بات کی دعوت دی گئی ہو، "تعلیم" ہے، کیونکہ علم ایسا سرچشمہ ہے جس سے تمام بھلائیاں پھوٹتی ہے، اور تمام مفاسد کا مداوا ہوتا ہے، اسی ئے آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ علم روشنی ہے۔

اگر کوئی مکان اندھیرا ہو تو اس میں چور اور ڈاکو کا داخل ہونا بھی آسان ہوتا ہے اور وہ سانپ کیڑوں کی بھی آماجگاہ بن جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کا مقابلہ الگ الگ دشوار ہے، لیکن چراغ جلادیا جائے اور مکان روشن ہو جائے تو نہ چور اور ڈاکو کو گھر میں آنے کا حوصلہ ہوگا، نہ سانپ کیڑے اس مکان کو اپنا ٹھکانہ بنائیں گے، علم کو روشنی کہہ کر آپ (ﷺ) نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ہر برائی کو الگ الگ دور کرنا اور ان کا علاحدہ علاحدہ مقابلہ کرنا آسان نہیں، لیکن تمام برائیوں اور مفاسد کا اصل سرچشمہ جہالت اور علم سے محرومی ہے، کسی سماج میں جب علم کی روشنی آجائے، تو خود بخود سماج کی برائیاں دُور ہوں گی اور علم دانش کی آگ ان کو پھونک کر رکھدے گی۔

رسول اللہ (ﷺ) کو اس کا اتنا پاس ولحاظ تھا کہ مکہ میں ہر طرح کی دُشواری کے باوجود آپ (ﷺ) نے "دارِ ارقم" کو تعلیم وتربیت کا مرکز بنایا اور اوّل دِن سے اپنے رفقاء کی تعلیم وتربیت کی طرف متوجہ رہے، مکہ کا جو لٹا پٹا قافلہ مدینہ آیا اس میں سینکڑوں بے گھر ودر تھے، خود آپ (ﷺ) کو کوئی ذاتی مکان میسر نہیں تھا اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر میں مہمان تھے، لیکن آپ (ﷺ) نے نہ اپنے گھر کی فکر کی اور نہ اپنے ان ساتھیوں کیلئے، جو مستقل اقامت گاہ سے محرم تھے، بلکہ سب سے پہلے مسلمانوں کیلئے ایک عبادت گاہ اور دینی مرکز کی حیثیت سے "مسجد نبوی" کی تعمیر فرمائی اور پہلی باضابطہ درسگاہ ایک چبوترہ کی شکل میں قائم کی، جسے "صفہ" کہا جاتا تھا، یہی چھوٹی سی جگہ جزیرۂ عرب کے کونے کونے سے آنے والے مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا مرکز تھی اور خود رسول اللہ (ﷺ) اس کے منتظم اور اُستاذ تھے۔ حضور اکرم (ﷺ) کا یہ عمل ہمیں بتاتا ہے کہ مسلمان گھر بار اور دوسرے اسبابِ آسائش سے بڑھ کر اپنے بچوں کی تعلیم پر اوّلین توجہ دیں کہ جو قوم اپنا گھر پھونک کر علم کا چراغ جلانا نہ جانتی ہو سر بلندی ودرخشانی کبھی اس قوم کے حصہ میں نہیں آسکتی۔

اگر تاریخ کے عجوبہ اور حیرت انگیز واقعات کو جمع کیا جائے تو اس میں ایک یہ بھی ہوگا کہ غزوۂ بدر میں ستر اہل مکہ مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار کئے گئے، اس وقت مسلمان سخت معاشی مشکلات سے گزر رہے تھے نہ ان کو معقول غذا میسر تھی، نہ ضرورت کے مطابق لباس تھا اور نہ مناسب رہائش گاہ اور تو اور خود آپ (ﷺ) کے یہاں ہفتوں چولہا سلگنے کی نوبت نہ آتی تھی، اس عہد میں شاید ہی کوئی مسلمان گھر ہو جو فاقہ مستی کی لذت سے نا آشنارہ گیا ہو، یہ موقعہ تھا کہ آپ (ﷺ) فدیہ کے طور پر اہل مکہ سے زیادہ سے زیادہ پیسے حاصل کر لیتے اور مدینہ کی معیشت کو سہارا دیتے۔ لیکن آپ (ﷺ) نے ان اسیرانِ بدر کا پہلا فدیہ یہ مقرر کیا کہ جو لوگ لکھنا پڑھنا جانتے ہوں وہ دَس دِن مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھادیں، آپ (ﷺ) کے اس عمل میں امت کیلئے اسوہ ہے کہ گو ہمیں بھوکے رہنا پڑے، ہماری کروٹیں فاقوں سے بے سکون ہوں اور دُنیا کے اسبابِ راحت ہمیں کم سے کم میسر ہوں، لیکن ہر قیمت پر ہم اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کو اوّلیت دیں اور تعلیم سے محروم کر کے ہم ان کے اور پوری قوم کے مستقل کو ضائع نہ ہونے دیں، آپ (ﷺ) کے اس عمل سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ اسلام نے تعلیم میں کسی تنگ ذہنی اور تعصب کو راہ نہیں دیا ہے، علم کا حصول بہر حال ایک نعمت ہے چاہے وہ غیر مسلموں سے حاصل ہو، بلکہ ان لوگوں سے حاصل ہو جن سے ہماری زندگی کے وجود کو بھی خطرہ لاحق ہے، بشرطیکہ ان سے ہمارے ایمان وعقیدہ اور ہماری مذہبی قدروں کو نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔ اسلام کسی بھی ایسے علم کا مخالف نہیں جو انسانیت کیلئے نافع ہو، نہ وہ کسی زبان کا مخالف ہے، خود رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے بعض رفقاء کو عربی زبان کے علاوہ بعض دوسری زبانوں کو سیکھنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ تمام ہی زبانیں اللہ کی پیدا کی ہوئی ہیں علم نافع کو آپ (ﷺ) نے بہترین عبادت قرار دیا۔ (مجمع الزوائد/۱) اور علم کے حصول کو ہر مسلمان کا مذہبی فریضہ مقرر فرمایا، آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ انسان کی موت کے بعد بھی تین چیزوں کا اجرا سے پہنچتا رہتا ہے، من جملہ انکے ایک ایسا علم ہے جس سے اسکے بعد بھی لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔

افسوس کہ جس اُمت کو سب سے پہلے پڑھنے کی تعلیم دی گئی اور اسکے ہاتھوں میں قلم تھمایا گیا وہی ہے کہ آج جہالت وناخواندگی اور تعلیم سے محرومی اس کیلئے وجہ امتیازی بنی ہوئی ہے، اور دَبی کچلی قومیں بھی اس میدان میں اسے پیچھے چھوڑ چکی ہے، ایک ایسی قوم کیلئے جس نے سیکڑوں سال تک اس ملک کے طول وعرض پر حکومت کی ہے اور آج بھی اس ملک کا کوئی خطہ نہیں جہاں اس کی فرماں روائی اور عظمتِ رفتہ کے انمٹ اور قلب ونگاہ کو محو حیرت کر دینے والا نقش موجود نہ ہو، مگر عظمت رفتہ کے یہ نقوش آج ہمیں منہ چڑاتے ہیں، اور زبان حال سے ہم پر قہقہہ زَن ہیں کہ یہ کیسی قوم ہے کہ جس کے حال کو اس کے ماضی سے کوئی رشتہ نہیں؟؟

اس ذلت اور پستی سے نکلنے کیلئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں کہ مسلم محلوں اور آبادیوں کے گلی کوچوں میں تعلیم کی ایسی ہی تحریک چلائی جائے جیسے الیکشن میں اُمیدوار ووٹوں کی بھیک مانگتا ہے مسلمان پوری قوم کو اپنا خاندان وکنبہ تصور کریں، وہ اپنے بچوں کی تعلیم پر بھی توجہ کریں اور اپنے پڑوسیوں کی بھی خبر گیری کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی طالب علم پڑھتے پڑھتے رُک گیا، معاشی ناہمواری نے اس کے بڑھتے ہوئے قدم تھام لئے ہوں یا وہ نفسیاتی کم حوصلگی کا شکار ہو گیا ہو، ایسے بچوں کا حوصلہ بڑھائیں اور اجتماعی طور پر سماج کے ایسے بچوں کی تعلیمی کفالت قبول کریں ایسی درسگاہیں قائم کریں جس کا//

بقیہ صفحہ 6 پر......

www.khanqah.in

مومِن قابلِ احترام

محمد حمید اللہ لون۔عفی عنہ

''کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُهُ وَمَالُهُ وَعِرْضُهُ'' (رواہ مسلم)

اِن جیسی ہدایات میں ہر ہر مسلمان مرد وزَن خاص طور پر سچّے علماء وحُفّاظ اور دیگر دین دار حضرت کی جان، مال اور عزّت بہت زیادہ قابل احترام و تعظیم چیزیں قرار دے دی گئیں ہیں۔اور ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: (اَرْبَى الرِّبَا شَتْمُ الْاَعْرَاض) ''بدترین سود خواری آبرو ریزیاں ہیں (یعنی لوگوں کی عزّتوں سے کھیلنا ہے)۔

حاسدین حسد کی وجہ سے کسی کو بدنام کرتے، ایذاء پہنچاتے یا غیبت کرتے ہیں جو حرام ہے۔سورۂ حجرات میں یہ مفہوم آیات ''(با ایمانو) آپس میں ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نہ کسی کو بُرے لقب دو، ایمان کے بعد فسق بُرا نام ہے، اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم لوگ ہیں، اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور راز نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ تم کو اُسے گھن آئے گی، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔'' (الحجرات: ۱۲، ۱۱)

''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ: ''اَتَدْرُونَ مَا الْغِيبَةُ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَعْلَمُ، قَالَ: ذِكْرُكَ اَخَاكَ بِمَا يَكْرَهُ'' اَفَرَيْتَ اِنْ كَانَ فِي اَخِي مَا اَقُولُ؟ قَالَ اِنْ كَانَ فِيهِ مَا تَقُولُ، فَقَدِ اغْتَبْتَهُ، وَاِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ فَقَدْ بَهَتَّهُ'' (رواہُ مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ بلا شک رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جانتے ہو کہ غیبت کیا چیز ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سب سے زیادہ جانتے ہیں، ارشاد فرمایا: آپ کا اپنے مسلمان بھائی کا ایسا ذکر کرنا جسے وہ ناپسند کرے، عرض کیا گیا، آپ یہ فرمائیں کہ اگر وہ بات میرے مسلمان بھائی کے اندر واقعی موجود ہو؟ ارشاد فرمایا: جو آپ اس کے بارے میں کہتے ہیں اور وہ اس کے اندر ہو تو آپ نے غیبت کی اور اگر وہ بات نہ ہو تو آپ نے اس پر بہتان باندھا۔

حسد کی بیماری کے بارے میں ابوداؤد میں یہ وعید وارد ہوئی ہے، ''اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَاِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ'' یعنی ''حسد سے بچو یہ نیکیوں کو ایسے ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو ختم کر دیتی ہے۔''

حقیقی مسلمان کے بارے میں خاتم المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں: ''اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِّسَانِهِ وَيَدِهِ'' (رواہ البخاری) یعنی حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زُبان اور ہاتھوں سے (خصوصاً اور دیگر اعضاء سے عموماً) محفوظ رہیں۔ مذکورہ بالا اسلامی ہدایات کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ایک ایک مسلمان خاص طور پر سچے اور صالح علماء جو بموجب حدیث پاک خلفاء رسول پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں ''وَاَنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ'' اور دیگر آیات مثلاً ''هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ'' یعنی اہل علم اور بے علم برابر نہیں ہو سکتے ہیں،..........۔ زیادہ سے زیادہ اکرام باہمی تعاون دِفاع کا حق رکھتے ہیں ''اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً'' (رواہ البخاری) یعنی مومن مومن کیلئے عمارت کی طرح ہے، اس کا کچھ حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کر دیتا ہے۔' جیسی احادیث اس کی دلیلیں ہیں۔

''شجر ثمر سے پہچانا جاتا ہے'' یعنی میوے سے درخت کی پہچان ہوتی ہے ایسے ہی گفتار و کردار سے انسان کی پہچان ہوتی ہے، مذکورہ بالا بلند اَوصاف سچے مؤمنوں کے اندر پائی جاتی ہے، اَب جن کے اندر یہ پاکیزہ صفات نہ پائی جائیں اُن کو اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ یا تو فاسق ہیں یا تو فاجر یا احمق یا بددِین یا اللہ اور پیغمبر کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دُشمن، اہل ایمان از خود فیصلہ کریں، جو لوگ اِن جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں وہ ذرا اپنے اندرون کے اندر جھانک لیں کہ وہ کس فہرست میں شمار کئے جا سکتے ہیں؟ ایمان کی اگر کوئی رمق باقی ہوگی تو وہ ضرور الزام تراشیوں، گالی گلوچ، ہتک عزت، بہتان، غیبت، بدگمانی وغیرہ قسم کے ناپاک جرائم سے باز آکر توبہ کرے گا، اور اگر اور ایمان پختہ ہو گیا تو اُس مظلوم سے معافی بھی مانگئے گا جس کے حقوق وہ غصب کر چکا تھا......!

میں ایک مظلوم مسلمان طالب علم ہوں، مدتوں سے قرب وجوار کے اُن لوگوں میں سے خاصی تعداد جو اپنے آپ کو اچھے مسلمان سمجھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اچھے دیندار ہیں، الزام تراشی، ایذاء رسانی اور شیطانی پروپیگنڈہ وغیرہ سے بہت ستاتے آرہے ہیں، وہ لوگ اسلام کو خصوصاً اور اپنی تنظیموں کو عموماً بہت نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ اپنے خلافِ اسلام فاسقانہ کردار سے ثابت کر رہے ہیں کہ اُن کے شر سے کوئی مسلمان مامون اور محفوظ نہیں ہے، اس طرح اسلام بدنام ہو رہا ہے۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہر تنظیم اچھے مقاصد لے کر ہی وجود میں آچکی ہوتی ہے ہے اور آتی رہے گی، جس میں اسلام کی سربلندی، انسانیت کی حفاظت اور انسانی بلند اخلاقی کی ترقی، ہر ہر مسلمان کی جان، مال اور عزّت جیسی اَقدار (Values) کا تحفظ کرنا شامل ہوتا ہے، اگر اپنے ہی دائرہ عمل میں کام کرتے رہیں گے اور دوسروں کے خلاف مہمیں نہیں چلائیں گے تو بہت فائدہ ہوگا۔ زمین اَمن کا گہوارہ بن جائے گی جو مطلوب ہے۔ ہمیں اچھی تنظیموں سے اختلاف نہیں ہے، اُن افراد سے ہے جو عزّتوں پر حملے کرتے رہتے ہیں، نئے نئے الزامات تراشتے ہیں، بدنام کرتے ہیں......!!!

دار العلوم سواء السبیل کھانڈی پورہ کولگام کشمیر تقریباً تیس سال سے صفّہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علوم نبویہ کے چشمے کی حیثیت سے کام کرتا چلا آرہا ہے، دُور دُور تک اس کا فیض بفضل اللہ پہنچ چکا ہے اور پہنچ رہا ہے، دین کے نادان دوستوں کے شر سے یہ شاندار اِدارہ بھی محفوظ نہیں، قسم بہ قسم شیطانی باتیں پھیلا پھیلا کر دِلوں میں بدگمانیاں پیدا کرتے رہتے ہیں، اللہ اُن کے شر سے اسلام، مسلمانوں، اِن جیسے صحیح دینی اداروں، علماء، حفّاظ اور طلباء اِسلام کو محفوظ رکھے اور اُن لوگوں کو ہدایت دے۔

غیرت مند عوام الناس سے خصوصی گذارش ہے کہ اُن ناپاک عزائم رکھنے والے فاسق اور فاجر لوگوں سے بالکل متاثر نہ ہوں، جونہی وہ الزام تراشی، زُباں درازی کرنے لگیں براہِ کرم مسلمان کا حق زیرِ نظر رکھ کر از خود اُس کی ناپاک زُبان روکنے کی کوشش کریں اور کرائیں، ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل فون نمبرات پر رابطہ کر کے فوراً مطلع کریں:

9906611144, 9906546004,
9797889695

''تمام مسلمانوں پر ایک دوسرے کا خون، مال اور عزّت حرام ہیں'' (رواہُ مسلم)

اِن جیسی ہدایات میں ہر ہر مسلمان مرد وزَن خاص طور پر سچّے علماء وحُفّاظ اور دیگر دین دار حضرت کی جان، مال اور عزّت بہت زیادہ قابل احترام و تعظیم چیزیں قرار دے دی گئیں۔اور ایک حدیث پاک میں وارد ہوا ہے: ''بدترین سود خواری آبرو ریزیاں ہیں (یعنی لوگوں کی عزّتوں سے کھیلنا ہے)۔

SAMEER & CO
Deals with:
PLY WOOD, HARDWARE,
PAINTS ETC
ایک بار آزمایئے، بار بار تشریف لایئے
....
H.O: K.P. ROAD ISLAMABAD
Contact No's: 9419040053

CHAND SOLARS
NEAR J&K BANK,
T.P. BRANCH
KULGAM
Cell No's: 9419639044,
9596106546

SIRCOMPUTERS
DANGERPORA
ISLAMABAD
Cell No's: 9419412525

www.khanqah.in

ہفتہ وار

مبلغ

سرینگر کشمیر

07/مارچ 2014 جمعۃ المبارک

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی!

آپ کہتے ہیں کہ آپ کو اپنی زندگی سب سے زیادہ عزیز اور اپنی جان سب سے پیاری ہے، لیکن اس زندگی کو برقرار اور اس جان کو باقی رکھنے کیلئے جو چیزیں ضروری ہیں، کیا وہ بھی آپ کو ایسی ہی عزیز ہیں! کھانے کو غذا ہو، تن ڈھانپنے کو کپڑا ہو، رہنے کو مکان ہو، بس ان تین چیزوں کے علاوہ تو اور کسی شئی کی ضرورت زندگی قائم رکھنے کیلئے نہیں؟ اب ارشاد ہو کہ آپ اپنی زندگی کی ان اہم ترین ضرورتوں کو پورا کرنے پر کہاں تک قدرت رکھتے ہیں؟ آپ اپنے لئے کھانا اپنے ہاتھ سے پکا سکتے ہیں؟ اپنے تن کا لباس اپنے ہاتھ سے تیار کر سکتے ہیں؟ اپنے رہنے کا مکان اپنے ہاتھ سے تعمیر کر سکتے ہیں؟ یا اس کے برعکس ان میں سے ہر ضرورت کو پورا ہونے کیلئے آپ قدم قدم پر دوسروں کے دست نگر محتاج ہیں؟

آپ اپنے تئیں شریف کہتے ہیں، معزز کہتے ہیں علم والا کہتے ہیں پھر کیا اپنے ہاتھ سے اپنی اہم و لازمی ضرورتوں کو پورا کرنا، آپ کی شرافت، آپ کی عزت اور آپ کے علم کے منافی ہے؟ کسی شخص کو بڑا عہدہ نہیں ملتا وہ بدقسمت کہلاتا ہے، کسی کو خطاب واعزاز نہیں ملتا، وہ اسکی ہوس میں ساری عمر سر ٹکراتا پھرتا ہے، کوئی امتحان میں فیل ہو جاتا ہے، آپ اسے نالائق قرار دیتے ہیں، کوئی شخص علوم فنون میں دستگاہ نہیں رکھتا، اسے آپ جاہل کہہ کر پکارتے ہیں، لیکن جو شخص اپنی ضروریات زندگی کے پورا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، جو شخص نہ اپنے کو کھلا سکتا ہے نہ اپنے کو پہنا سکتا ہے نہ اپنے کو موسم کی سختیوں بچا سکتا ہے، اس کیلئے آپ کی زبان میں کوئی لفظ نہیں؟ جن نمائشی ''علوم وفنون'' کی دُنیا کو مطلق حاجت نہیں، جن ایجادوں اور صنعتوں سے دُنیا کی تباہی و بربادی ہی روز بروز بڑھتی جاتی ہے، جن مشغلوں اور پیشوں سے دُنیا کی کوئی ضرورت نہیں اٹکی ہے، ان پر وقت صرف کرنا، روپیہ صرف کرنا، محنت وتوجہ صرف کرنا، عزت ہے، شرافت ہے، قابلیت ہے، کمال ہے، دانائی ہے، فضیلت ہے! اور فطرت کی جن ضرورتوں پر امیر وغریب، شاہ وگدا، عالم وجاہل، ہر انسان کی سانس کا دارومدار ہے، انہی کے حاصل کرنے میں، انہی کے سیکھنے میں، توہین ہے، بے عزتی ہے، کسر شان ہے!!!

آپ کے رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم تو اپنا سارا کام خود اپنے دست مبارک سے کرلیا کرتے تھے، خادموں اور ملازمتوں کے محتاج نہ تھے، کپڑوں میں پیوند اپنے ہاتھ سے لگا لیتے، اونٹوں کو خود ہی باندھتے اور چارہ دیتے، کاشانۂ نبوت کی جاروب کشی دست مبارک ہی سے ہوتی، مکان کی مرمت اپنے ہاتھ سے فرما لیتے، بازار سے سودا سلف اپنے ہاتھ سے خرید لاتے، غرض ادنیٰ سے ادنیٰ کسی کام میں بھی آپ کو تامل نہ تھا، وہ سب سے بڑے ہو کر بھی ان کاموں سے اپنی توہین نہ سمجھتے، اور آپ چھوٹے ہو کر ان میں اپنی توہین سمجھ رہے ہیں! رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ''نقل'' سے بھی الگ ہو کر خود اپنی ''عقل'' سے مشورہ فرمایئے، کوئی پہلو آپ کو اپنی موجودہ ذہنیت کے جواز وتائید میں ہاتھ آتا ہے؟ کھانا وقت پر نہ ملے، کپڑا خراب قسم کا ہو یا خراب دھلا ہو، مکان ناقص تیار ہوا ہو، تو آپ اپنے نوکروں پر، اپنی بیوی پر کیسے کچھ ناخوش ہوتے ہیں، پر آپ اپنے اوپر کبھی غصہ نہیں فرماتے کہ اپنی تہذیب وتعلیم فضل وکمال، دانائی وخوش فہمی کے اس ادعا کے ساتھ، آپ اپنے لئے وہ بھی نہیں کر سکتے، جو ہر ادنیٰ سے ادنیٰ جانور اپنے لئے بآسانی کرتا رہتا ہے!

جواھر القرآن

معوذتین پڑھ لیا کریں...... پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات ملے گی

آپ کہئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں تمام مخلوق کے شر سے، اور رات کے شر سے جب اندھیرا پھیل جائے، اور گرہ لگا کر ان میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے، اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔ (سورۂ فلق)

تشریح وتوضیح: اللہ رب العزت بندوں پر اپنی بے پناہ رافت ورحمت کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ بندے آخرت کے خیبت وخسران، اور وہاں کی سزا و ہر طرح کے نقصان سے بچے رہیں، ایذا وتکلیف پہونچانے والی اور نقصان دینے والی کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جو ظاہری، اور دکھائی دینے والی ہیں، اور حتی المقدور انسان ان کے شر سے بچتا بھی رہتا ہے، اور اگر معاملہ روشنی اور دن کا ہو تو دشمنی اور تکلیف دینے والی چیزیں کافی دور سے نظر آجاتی ہیں، اس لئے انسان ان کے شر سے گاہ بگاہ بچ بھی جاتا ہے، لیکن اگر واقعہ، نہ دکھانے والی چیزوں کا ہو، اور وقت بھی رات کا، اور ظلمت وتاریکی کا ہو، تو ایسے خطرناک دشمن اور مشکل ترین حالات میں ضعیف وناتواں انسان کے لئے بچنا دشوار ہو جاتا ہے، تو ایسے مشکل ترین وقت میں، انسان کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ اس ذات اقدس کی پناہ چاہے، جس کی قدرتِ باہرہ کے سامنے، ہر قاہر وجابر سرنگوں ہے، جس کی منشاء ومرضی کے بغیر، ایک پتہ بھی حرکت نہیں کرتا، اور جب کوئی بندہ خلوص دل سے اس کی پناہ چاہتا ہے، تو پردۂ غیب سے اس کی حفاظت وحمایت کے انتظام کئے جاتے ہیں اور اس کو شرور وفتن سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک بچھو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے کاٹ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: خدا ناس کرے بچھو کا کہ نمازی بے نمازی کسی کو نہیں چھوڑتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور نمک منگایا، اور کاٹی ہوئی جگہ پر لگاتے رہے اور قُلْ یَـاَیُّھَا الْکَافِرُوْنَ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، وَقُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاس پڑھتے رہے

ھر پریشانی کا علاج: حضرت عبداللہ بن خبیب کا بیان ہے کہ ایک رات بارش اور سخت اندھیرا تھا، اس رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے کا انتظار کرتے رہے.......... آپ تشریف لائے تو فرمایا: پڑھو! میں نے عرض کیا، کیا پڑھوں؟ فرمایا: صبح، شام تین، تین بار قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لیا کرو، ہر پریشانی اور مصیبت والی چیز سے تمہاری حفاظت رہے گی۔ (السنن الکبری للنسائی رقم: ۷۸۶۰)

بقیہ صفحہ 5 پر......

ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری

قسط : 4

قبولیت دعا کے اسباب:

جب بندہ یارب یارب چار مرتبہ کہتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے میں حاضر ہوں، مانگو تم کو دیا جائے گا۔ اسی طرح جب آپ قرآن کریم میں غور کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ قرآن کریم میں مذکور دعائیں بھی اکثر لفظ رب سے ہی شروع ہوتی ہیں۔

دعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ حدیث شریف کے آخر میں دعا کی قبولیت کے اسباب پائے جانے کے باوجود دعا قبول نہ ہونے کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جب بندہ حرام میں اس طرح ملوث ہو جاتا ہے کہ اس کا کھانا، پینا، پہننا سب حرام ہوتا ہے تو اس کی یہ حالت دعا کی قبولیت سے مانع بن جاتی ہے، اسی طرح دیگر حرام کاموں اور گناہوں کا ارتکاب بھی دعاؤں کی قبولیت سے مانع بن جاتا ہے، نیز فرائض وواجبات سے غفلت برتنے اور ترک کر دینے سے بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ حدیث شریف کے آخر میں ہے کہ ''**فأنی یستجاب لذلک**'' یعنی جس کا کھانا پینا، لباس پوشاک ہر چیز حرام ہے اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے، یہ بات تعجب اور استبعاد کے طور پر فرمائی گئی ہے، حافظ ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جملہ قبولیت کے محال ہونے اور قبولیت سے بالکلیہ مانع ہونے میں صریح نہیں ہے، اس سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ حرام غذا وغیرہ قبولیت کے لیے من جملہ موانع میں سے ہے لیکن کبھی ایسی چیز بھی پائی جاتی ہے جو اس کو مانع بننے سے روک دیتی ہے۔ (جامع العلوم والحکم ص ۱۹۰)

خلاصۂ کلام: بہر حال اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو حلال اور پاکیزہ روزی کا بہت اہتمام کرنا چاہئے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حلال خوراک اور حلال لباس و پوشاک کا دعا کی قبولیت میں بڑا دخل ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ آیت کریمہ پڑھی گئی ''**یـأیھـا الـنـاس کلوا مما في الأرض حلالاً طیبـاً**'' (البقرہ: ۱۶۸) اے لوگو! تم زمین میں حلال اور پاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو، تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ تعالیٰ سے//

بقیہ صفحہ 7 پر......

www.khanqah.in

مہلک روحانی اَمراض۔ طمع، حرص اور شہوت

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی۔ مدظلہ العالی

نوجوانوں کے نام - 4

حضرت حسن بصریؒ فرمایا کرتے تھے کہ کُتے کے اندر دَس صفات ایسے بھی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی انسان کے اندر پیدا ہوجائے تو وہ ولی اللہ بن سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ؛

۱) کتے کے اندر قناعت ہوتی ہے جو مل جائے یہ اسی پر قناعت کرلیتا ہے، راضی ہوجاتا ہے، یہ قانعین یا صابرین کی علامت ہے۔

۲) کتا اکثر بھوکا رہتا ہے، یہ صالحین کی نشانی ہے۔

۳) کوئی کتا اس پر زور کی وجہ سے غالب آجائے تو یہ اپنی جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے، یہ راضیین کی علامت ہے۔

۴) اس کا مالک اسے مارے بھی سہی تو یہ اپنے مالک کو چھوڑ کر نہیں جاتا۔ یہ مریدانِ صادقین کی نشانی ہے

۵) اگر اس کا مالک بیٹھا کھانا کھا رہا ہو تو یہ باوجود طاقت وقوت کے اس سے کھانا نہیں چھینتا، دُور سے ہی بیٹھ کر دیکھتا رہتا ہے۔ یہ مساکین کی علامت ہے۔

٦) جب مالک اپنے گھر میں ہو تو یہ دور جوتے کے پاس بیٹھ جاتا ہے، ادنیٰ جگہ پہ راضی ہوجاتا ہے یہ متواضعین کی علامت ہے۔

۷) اگر اس کا مالک اسے مارے اور یہ تھوڑی دیر کیلئے چلا جائے اور پھر مالک دوبارہ اسے ٹکڑا ڈال دے تو دوبارہ آکر کھالیتا ہے اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ یہ خاشعین کی علامت ہے۔

۸) دُنیا میں رہنے کیلئے اس کا اپنا کوئی گھر نہیں ہوتا، یہ متوکلین کی علامت ہے۔

۹) رات کو یہ بہت کم سوتا ہے، یہ محبین کی علامت ہے۔

۱۰) جب مرتا ہے تو اس کی کوئی میراث نہیں ہوتی، یہ زاہدین کی علامت ہے۔

غور کریں کہ کتے میں اتنی صفات ہوتی ہیں اور یہ سب اولیاء اللہ والی صفات ہیں۔ کیا ان صفات میں سے کوئی ہم میں بھی موجود ہے؟ مگر ایک بات یہ کہ جانوروں میں سب سے زیادہ حرص کتے میں ہوتی ہے اور اس حرص کی ایک بُری عادت اس کی تمام صفات کے اوپر پانی پھیر دیتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بندہ دس اولیاء والی صفات رکھے گا لیکن اس کے ساتھ اس کے اندر حرص ہے تو یہ حرص کی عادت اس کی دس صفات کے اوپر پانی پھیر دے گی۔

قناعت پیدا کریں

حرص کے بالمقابل قناعت ہوتی ہے، قناعت کہتے ہیں تھوڑے پر راضی ہوجانا۔ پتنگوں میں سب سے زیادہ قناعت مکڑی کے اندر ہوتی ہے اور سب سے زیادہ حرص مکھی میں ہوتا ہے۔ مکھی ہر جگہ پر بیٹھ کر کچھ نہ کچھ لینے کی کوشش کرتی ہے لیکن مکھی مکڑی کی غذا بن جاتی ہے۔ اللہ نے اسی لئے مکھی کو مکڑی کی غذا بنادیا کہ تمہارے اندر طمع زیادہ ہے، اس کے اندر صبر زیادہ ہے، اب تمہیں اس صبر والی کی غذا بنا رہا ہوں۔ چنانچہ مکڑی مکھی کو کھاجاتی ہے۔ اسلئے ہمیں چاہیے ہم طمع دل میں نہ پیدا ہونے دیں بلکہ اپنے دل میں قناعت پیدا کریں۔ اپنے مالک سے راضی رہیں، وہ ہمیں جس حال میں بھی رکھے، زیادہ دے ہم اللہ کا شکر ادا کریں، کم دے ہم صبر کریں، صبر کرنے والا بھی جنتی، شکر کرنے والا بھی جنتی۔ پروردگار رزق کی پریشانیوں سے ہمیں محفوظ فرمادے۔

مجھے ایک مرتبہ امریکہ جانے کا موقع ملا، اس وقت یہ عاجز فیکٹری کے اندر جنرل منیجر تھا، اور کسی مائیکرو پراسیسر بنانے والی کمپنی کے ہاں وزٹ تھی۔ خیر وہاں جا کر ٹھہرے۔ ان کے جنرل منیجر شام کو میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں آپ کو ذرا شہر کی سیر کروانے کیلئے آیا ہوں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے ہم بھی دیکھیں گے شہر کیسے ہوتے ہیں۔ تو منی آپلس اور منی سوٹا ایک (Twin cities) (جڑواں شہر) ہیں۔ اس میں اس نے مجھے کچھ جگہیں دکھائیں۔ بڑی بڑی عمارتیں تھیں، پارک تھے یہ وہ تھے۔ ایک جگہ سے گذرتے ہوئے اس نے مجھے کہا کہ یہ شاپنگ سینٹر ہے، لیکن یہ بہت مہنگا ہے۔ دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہ اور وزیر امیر، وہ یہاں آکر شاپنگ کرتے ہیں یہاں قیمتیں بہت زیادہ ہیں۔ میں نے اس کو مسکرا کر کہا، اچھے بہت مہنگا ہے۔ اس نے کہا بہت مہنگا ہے۔ میں نے ہا، مجھے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ بڑا حیران ہوا، مجھے کہنے لگا کہ کیا آپ اتنے زیادہ امیر ہے ہیں کہ آپ کو قیمتوں کے کم زیادہ ہونے کا کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ تو میں نے ہنس کر کہا، میں اَمیر نہیں ہوں، لیکن مجھے شاپنگ ہی نہیں کرنی اسلئے مجھے کیا فرق پڑتا ہے؟ قیمت زیادہ ہے یا کم۔ مقصد یہ کہ جب انسان بے طمع ہوجاتا ہے تو اسے دُنیا کے مال، دُنیا کی رنگینیوں اور لذتوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (جاری)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اِسلام کی نظر میں

حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۔3

ابوحنظلہ۔ کولگام

کتابتِ وحی:

مفتی حرمین شیخ عبداللہ طبری لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے تیرہ کاتب تھے۔ ان میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ کام کرتے تھے۔ (خلاصۃ السیر بحوالہ حضرت معاویہ ؓصفحہ ۳) ایک شیعہ مورخ الفخری یہاں تک لکھتا ہے کہ ''معاویہ ان کاتبانِ وحی میں سے تھے جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاس بیٹھ کر لکھتے تھے''۔ مصری فاضل حسن ابراہیم کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

''عجیب بات ہے کہ اگرچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دیر میں مسلمان ہوئے تاہم متبین رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ ایمان واخلاص میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ دعوت سے وابستگی اور اس کی طرف سے مدافعت میں بہت سوں سے آگے تھے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ان پر بڑا اعتماد تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُنہیں بلا کر کتابت وحی کی خدمت سپرد فرمائی جسے آپ رضی اللہ عنہ انتہائی خلوص کے ساتھ سرانجام دیتے رہے۔''

خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ

جب تک آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم بخیر حیات رہے حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت سے جدا نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ سفر وحضر میں بھی خدمت کا موقع تلاش کرتے رہے۔ چنانچہ ایک بار رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کہیں چلے تو آپ رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے ہوگئے۔ راستے میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو وضو کی حاجت ہوئی، پیچھے مُڑے تو دیکھا معاویہ رضی اللہ عنہ لوٹا لئے کھڑے ہیں۔ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم بہت متاثر ہوئے، چنانچہ وضو کیلئے بیٹھے تو فرمانے لگے: ''معاویہ رضی اللہ عنہ تم حکمران بنو تو نیک لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور بُرے لوگوں سے درگذر کرنا۔''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُمید ہوگئی تھی کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیشین گوئی صادق آئیگی اور میں کبھی نہ کبھی ضرور خلیفہ ہوکر رہوں گا۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت اور بے لوث محبت سے اتنا خوش تھے کہ بعض اہم خدمات آپ رضی اللہ عنہ کی سپرد فرمادی تھیں۔ علامہ اکبر نجیب آبادی اپنی تاریخ میں رقم طراز ہیں:

''حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کی خاطر مدارت اور ان کے قیام وطعام کا انتظام واہتمام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا تھا۔'' (تاریخ اسلام: ۲/۷)

سفارتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: مکہ سے آنے کے بعد حضرت اَمیر معاویہ رضی اللہ عنہ مستقل طور پر خدمت نبوی میں رہنے لگے تھے۔ انہوں نے تبلیغ دین اور کتابت وحی کیلئے اپنے آپ کو وقف کردیا تھا۔ علامہ زرکلی کے مطابق حضرت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت موت کی طرف بھیجا کہ وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور اسلام سے روشناس کرائیں۔ (الاعلام الاسلام)

معلومات کا ذخیرہ کیجئے

س: کھانے کے شروع اور اخیر میں کیسی چیز کھانا مسنون ہے میٹھی یا نمکین؟

ج: کھانے کو نمکین چیز سے شروع کرنا اور نمکین چیز ہی پر ختم کرنا مسنون ہے اور اس میں ستّر بیماریوں سے شفاء ہے۔
(شامی: جلد ۵/ ۲۳۶، وحاشیہ مالا بد منہ: ۱۱۸)

س: وہ کونسی سبزی ہے جس کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سالن کے برتن میں تلاش کر کے کھایا کرتے تھے؟

ج: وہ سبزی (یقطین) یعنی کدّو ہے۔ (ترمذی شریف: ۲/۶ نشر الطیب)

س: آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پانی پینے کے پیالے کتنے تھے اور کس کس چیز کے تھے؟

ج: دو پیالے تھے ایک گچ کا اور دسرا لکڑی کا۔ (نشر الطیب)

س: غارِ حراء میں قیام کے وقت آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا کھانا کھاتے تھے اور یہ کھانا کہاں سے آتا تھا؟

ج: قیام غارِ حراء میں آپ ستّو اور پانی تناول فرماتے تھے یہ کھانا کبھی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ لیکر آتیں اور کبھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خود گھر تشریف لے جاتے اور دو تین روز کا کھانا ساتھ لاتے۔ (نشر الطیب)

www.khanqah.in

آپ کے پوچھے گئے دینی سوالات

دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریفات

...... 4 ......

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب۔مدظلہ العالی

سوال: دارالحرب اور دارالاسلام کی تعریف کیا ہے؟اور شرطیں کیا ہیں؟ کیا ہندوستان جیسا ملک (جہاں ایک دستوری حکومت تمام شہریوں کے مساوی حقوق کی بنیاد پر قائم ہے،اور قانونی ودستوری نقطہ نظر سے بلاتفریق مذہب وزبان وعلاقہ ہر شہری کو اپنے مذہبی شعائر کی آزادی کساتھ ملک کے وسائل آمدنی سے منتفع ہونے کا مساوی حق ہے)دارالحرب ہے؟اگر دارالاسلام اور دارالحرب کے علاوہ ''دار'' کی کوئی تیسری قسم ہے تو وہ کیا ہے نیز اُس کی کیا کیا شرطیں ہوسکتی ہیں؟

نواز احمد بٹ۔ڈاڑسرہ تر ال

جواب: وبالله التوفيق ۔ ا۔ دارالحرب میں رہنے والے مسلمانوں کیلئے بہت سے ایسے احکام میں ناواقفیت کا اعتبار ہے کہ دارالاسلام میں ان میں ناواقفیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔غور کیا جائے تو دارالحرب کے ایہ احکام تین اصولوں پر مبنی ہیں:

اول: یہ کہ دارالحرب،دارالاسلام کی حدود ولایت سے باہر ہے۔

دوم: یہ کہ دارالحرب کے باشندے اسلام کے خلاف محارب اور برسرپیکار ہیں، اسلئے ان کو جانی ومالی نقصان پہنچانا اصولی طور پر درست اور جائز ہے۔

سوم: یہ کہ دارالحرب میں مسلمانوں کو مذہبی آزادی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے احکام اسلامی سے ان کا بے خبر ہونا ایک گونہ قابل عفو ہے۔

دارالامن کے احکام

انہی اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے دارالامن کے احکام متعین کرنے ہوں گے، جہاں اس اَمر کو بھی ملحوظ رکھنا ہوگا کہ یہ دارالاسلام کی حدود ولایت سے باہر ہوتا ہے،لیکن یہ ملک آئینی طور پر اسلام کے خلاف محارب نہیں ہوتا اور مسلمانوں کو مذہبی اور دعوت وتبلیغ کی آزادی ہوتی ہے۔لہٰذا دارالامن کے احکام حسب ذیل ہوں گے:

۱) دارالامن میں اسلامی حدود وقصاص جاری نہ ہوں گے۔

۲) دارالامن کے مسلمان اور دوسرے باشندوں کے معاملات دارالاسلام کی عدالت میں فیصل نہ ہوسکیں گے۔

۳) یہاں کے مسلمان باشندوں پر ہجرت واجب نہیں ہوگی۔

۴) یہاں کی دفاعی قوت میں اضافہ اور مدد کرنا مسلمانوں کیلئے درست ہوگا،جیسا کہ صحابہؓ نے شاہ حبش نجاشی کی ان کے دُشمنوں کے خلاف مدد کی تھی بشرطیکہ وہ کسی مسلم ملک سے برسرپیکار نہ ہو۔

۵) احکام شرعیہ سے ناواقفیت اور جہل کے معاملہ میں جس طرح دارالحرب کے مسلمانوں کو معذور سمجھا جائے گا اسی طرح ان کو معذور نہیں سمجھا جائے گا۔

٦) زوجین میں سے ایک دارالامن سے دارالاسلام میں چلا جائے تو ان کے درمیان محض ''تباین دار'' کی وجہ سے تفریق واجب نہ ہوگی، کیونکہ صلح وامن کی فضا کی وجہ سے آمدورفت اور حقوق زوجیت کی تکمیل ممکن ہے،زوجین میں سے ایک اسلام قبول کرلے تو تفریق میں وہی قانون نافذ ہوگا جو دارالحرب کا ہے کیونکہ دارالاسلام کے قاضی کو اختلاف دار کی وجہ سے ولایت حاصل نہیں ہے،اور خود اس ملک میں مسلمانوں نے باہمی تراضی سے قاضی مقرر کیا ہے تو اس کو صرف مسلمانوں ہی پر ولایت حاصل ہے،دوسرا فریق جو حالتِ کفر میں ہے اس پر ''قاضی المسلمین'' کی ولایت ثابت نہیں۔

۷) جیسے دارالاسلام میں رہنے والے ''ذمی'' اور دارالحرب سے آنے والے ''مستامن حربی'' کی جان ومال معصوم ہیں اور غیر اسلامی طریقوں سود،قمار،شراب وخنزیر کی فروخت وغیرہ کے ذریعہ اُن کے مال کا حصول جائز نہیں،اسی طرح ''دارالامن'' کے دوسرے باشندوں کے ساتھ معاہدہ وامن کی وجہ سے ان کے جان ومال بھی معصوم ہیں اور ان غیر شرعی طریقوں پر ان کا حصول جائز نہیں۔

موجودہ دَور کے غیر مسلم ممالک

موجودہ دَور میں جو غیر مسلم مملکتیں ہیں،ان میں بعض تو وہ ہیں جو اسلام یا مطلقاً مذہب کی معاند ہیں،جہاں نہ مذہبی تشخصات کے ساتھ مسلمان زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ اسلام کی دعوت دے سکتے ہیں،جیسے کمیونسٹ بلاک کے ممالک یا بلغاریہ وغیرہ دوسری قسم کے ممالک وہ ہیں جہاں مغربی طرز کی جمہوریت رائج ہے، جن میں یا تو سلطنت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور تمام قومیں اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوتی ہیں،جیسے خود ہمارا ملک ہندوستان ہے،یا سلطنت کا ایک مذہب ہوتا ہے لیکن دوسری مذہبی اقلیتیں بھی اپنے مذہبی معاملات میں آزاد ہوتی ہیں،اور ان کو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کی اجازت ہوتی ہے،جیسے اَمریکہ، برطانیہ وغیرہ ایک آدھ ملک ایسے بھی ہیں جہاں قدیم بادشاہت باقی ہے،لیکن وہاں بھی مذہبی اقلیتیوں کو مذہبی حقوق حاصل نہیں۔

میرے خیال میں پہلی نوع کے ممالک یعنی کمیونسٹ ممالک ''دارالحرب'' کے زمرہ میں ہیں گو بعض کمیونسٹ ممالک میں مذہبی آزادی اور اظہار رائے وغیرہ کے حقوق میں ایک گونہ نرمی پیدا کی گئی ہے تاہم اَب بھی وہ دارالحرب ہی ہیں،اس کے علاوہ جو ممالک ہیں وہ بھی ''دارالامن'' میں شمار کئے جاسکتے ہیں،یہ اور بات ہے کہ مختلف ملکوں میں مذہبی حقوق کے معاملہ میں ایک گونہ تفاوت بھی پایا جاتا ہے۔ ہندوستان ان ممالک میں ہے،جس کے ''دارالامن'' ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں، جمہوری نظام کی وجہ سے مسلمان اس ملک کے اقتدار میں شامل ہیں،عبادت اور عقیدہ وضمیر کی آزادی کے معاملہ میں ان کو وہی حقوق حاصل ہیں جو اکثریتی فرقہ کو حاصل ہیں،دعوت وتبلیغ کی اجازت بہت سے مسلم ممالک سے زیادہ یہاں ہے، شخصی قوانین جتنے ان کے محفوظ ہیں اکثریتی فرقہ کے بھی نہیں ہیں۔سلطنت کا اپنا کوئی مذہب نہیں ہے،رہ گئے فرقہ وارانہ فسادات اور ان میں بعض طبقوں کی طرف سے تعدی کا پایا جانا جو قانون ملکی کے لحاظ سے ایک غیر آئینی فعل ہے اور جرم ہے، تو پہلے وضاحت کی جاچکی ہے کہ یہ کسی ملک کے ''دارالامن'' ہونے کے مغائر نہیں، اسلئے یہاں خرید وفروخت اور دوسرے مالی قوانین میں احکام شرعیہ کی پیروی ضروری ہوگی،اور مسلمانوں کیلئے ''سود'' حرام ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: میقات الصلوٰۃ جب سے بنایا گیا ہے تب سے تو نماز اسی کے مطابق ادا کی جاتی ہے لیکن جب یہ میقات نہیں تھا تو اُس وقت بھی لوگ نماز ادا کرتے تھے،کیا یہ میقات استعمال کرنا جائز ہے؟ کہیں بدعت تو نہیں؟

جواب: وباللہ التوفیق۔ ہمارے زمانے میں عموماً اوقاتِ نماز کا تعین تقویم (میقات) سے ہوتا ہے اور تقویم (میقات) کی بنیاد جدید فلکیاتی علم (Astronomy) پر ہوتی ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔وسائل اور ذرائع مقصود نہیں ہوتے بلکہ مطلوب خود مقاصد ہیں،اسلام نے اوقات کی بنیاد آفتابی سایوں،طلوع وغروب،شفق اور ظاہری آثار پر رکھی ہے اسلئے کہ یہ ایسے معیار ہیں جن کو سمجھنا ہر عام وخاص کو آسان اور ہر کسی کو دستیاب ہیں۔مگر ان کی حیثیت فقط علامات کی ہے،اگر دوسرے ذریعہ سے گمان غالب ہوجائے کہ شریعت کا مطلوبہ وقت آپہنچا ہے تو اس پر عمل کرلینا کافی ہوگا۔تقویم (میقات) کی یہی حیثیت ہے اور جدید ترقی یافتہ فلکیات کم ازکم اس بات کا ظن غالب پیدا کرنے کیلئے کافی ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: قبلہ نما کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: وباللہ التوفیق۔نماز کی شرطوں میں سے ایک اہم شرط ''قبلہ کا استقبال'' ہے، کعبہ جن کی نگاہوں کے سامنے نہ ہو ان کیلئے یہ بات ضروری نہیں کہ بعینہٖ قبلہ ان کے سامنے پڑے بلکہ یہ بات کافی ہے کہ ان کی نماز قبلہ کی سمت اور جہت میں ہو۔ (البدائع والصنائع: ۱/ ۱۸) اس سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت اس معاملہ میں سہولت اور آسانی برتنا چاہتی ہے۔اسلئے کسی بھی ایسی صورت پر جس سے غالب گمان جہت کعبہ کے استقبال کا ہوجائے عمل کرلینا کافی ہے۔چنانچہ اسی بنیاد پر اس بات کو کافی قرار دیا گیا ہے کہ پہلے سے تعمیر شدہ مساجد اور محرابوں کو بنیاد بنا کر یا ستاروں کو دیکھ کر سمت قبلہ کا تعین کیا جائے۔''جهة الكعبة تعريف بالدليل و الدليل في الامصار والقرىٰ والمحاريب التي نصبها الصحابه والتابعون فعلينا اتباعهم لم تكن فالسؤال عن ذلك الموضع واما في البحار والمفاوز فدليل القبلة النجوم'' (الفتاویٰ الہندیہ:۱/ ۶۳) ''جہت کعبہ دلیل سے سمجھی جاسکتی ہے اور شہروں اور دیہاتوں میں صحابہ وتابعین کی نصب کی ہوئی محرابیں ہمارے لئے بدرجہ دلیل ہیں اور ہمارے ذمہ اسی کی پیروی ہے،پھر اگر یہ محرابیں نہ ہوں تو اس مقام کے قبلہ کی بابت دریافت کرنا چاہیے،اور جہاں تک سمندروں اور میدانوں کی بات ہے تو وہاں قبلہ کیلئے دلیل ''تارے ہیں۔'' قبلہ نما اس بات کا گمان غالب پیدا کرنے کیلئے کافی ہے جہاں کہ مختلف جہات اور سمتوں کو بتانے والے آلات کے تجربے اور استعمال سے اندازہ ہوتا ہے۔فقط واللہ اعلم بالصواب

بقیہ: جواہر القرآن...... صفحہ 3 سے آگے

سفر کا توشہ: سفر سے پہلے آدمی سامان سفر تیار کرتا ہے تاکہ سفر میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو مگر پھر بھی آدمی کو طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ،اس سے بچاؤ کا ذریعہ وواسطہ درج ذیل پانچ سورتیں ہیں۔

جیسا کہ جبیر ابن مطعم سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جبیر! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب تم سفر کرو تو ساتھیوں میں تمہاری حالت سب سے بہتر ہو اور تمہارا توشہ سب سے زیادہ ہو، میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ،ہاں ضرور چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ پانچ سورتیں: قل يٰأيها الكافرون،إذا جاء نصر الله والفتح،قل هو الله أحد،قل أعوذ برب الفلق،قل أعوذ برب الناس اس طرح پڑھ لیا کرو کہ ہر سورت کے شروع میں بسم الله الرحمن الرحيم اور آخر میں بھی بسم الله الرحمن الرحيم پڑھ لیا کرو،جبیر کہتے ہیں کہ: میں مالدار تھا اور جس کے ساتھ مقدر ہوتا ،سفر کیا کرتا تھا،لیکن ساتھیوں میں سب سے بدتر حالت میری ہوتی ،اور میرا توشہ بھی سب سے کم ہوتا ،مگر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ، مجھے یہ سورتیں سکھائیں اور میں نے پڑھنا شروع کیا تو واپسی تک ساتھیوں میں سب سے بہتر میری حالت ہوتی اور میرا توشہ بھی سب سے زیادہ ہوتا۔ (اُلکتاب:مسند أبی یعلی ۷۴۱۹)

<u>تہائی قرآن کا ثواب:</u>

حضرت ابو ہریرہؓ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہائی قرآن پڑھنے سے پہلے تم میں سے کوئی نہ سویا کرے،ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ وہ روزانہ تہائی قرآن پڑھا کرے؟ آپ نے فرمایا: قل ہو اللہ اُحد اور قل اُعوذ برب الفلق اور قل اُعوذ برب الناس نہیں پڑھ سکتے؟ (یعنی ان تینوں سورتوں کی تلاوت کا ثواب،تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے)۔

نوٹ: اس شمارے میں شامل اشاعت مضامین ومراسلے وغیرہ سے ادارے کا ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ مدیر

www.khanqah.in

اِن لوگوں کو پہچانئے!!

مفتی محمد اسحاق نازکی قاسمی۔حفظہ اللہ تعالیٰ

عصر حاضر میں اہل اسلام کی باہمی تفرقہ بازی، مسلک پرستی، تعصب پسندی اور مشربی منافرت کی گرم بازاری روز افزوں ہے،تحریراً وتقریراً ایک دوسرے کو نیچا رکھانے، غیر ضروری اور فروعی مسائل کو اُبھارنے، علمی اختلافات کو عوامی مسائل بنانے، اُمت بلکہ انسانیت کے وسیع تر مفادات سے صرفِ نظر کر کے صرف اپنے ذاتی مفادات کو پیش نظر رکھ کر منصب امامت وخطابت اور مسند درس وتدریس اور تحریری وتقریری صلاحیت کو بے جا بلکہ غلط استعمال کر کے ایسے لوگ اسلام اور اہل اسلام کو (شعوری یا غیر شعوری طور پر بالواسطہ یا بلاواسطہ) نا قابل تلافی نقصان پہنچار ہے ہیں۔اِنّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

تصحیح عقائد کے اَسباق، ترغیب وترہیب کے مضامین اور اصلاح معاشرہ۔''امت کے ایسے خیر خواہوں'' کے یہاں موضوع بحث نہیں ہوتے ہیں، بلکہ ایسے اَسباق ودروس پڑھانے والوں کی راہوں میں روڑے اَٹکاتے ہیں، بڑے دِنوں پر چند رٹے رٹائے موضوعات ہی ان کا مبلغ علم ہوتا ہے۔ اَفسوس تو اس بات پر ہے کہ عالم طور پر ہمارے یہاں اکثر ائمہ مساجد وخطباءُ ے جوامع دینی علوم سے کیا دینی علم کے ابجد سے بھی ناواقف اور اپنی ظاہری اسلامی وضع قطع سے بھی نابلد ہوتے ہیں اس طرح وہ اس منصب امامت وخطابت کو اپنی نااہلیت کے باوجود اپنی جاگیر سمجھتے ہیں۔فیا غربۃ الاسلام والمسلمین۔

یہ مجموعی صورت حال کم وبیش یہاں امت کے تمام مکاتیب فکر کی ہے صرف اتنا سا فرق ہے کہ کہیں کم اور کہیں زیادہ۔ ع ''تن ہمہ داغ داغ است کجا می نہم پنبہ'' تاہم ہر مکتبہ فکر میں کچھ صالح ائمہ مساجد وخطباء اور باصلاحیت ومخلص وُعاظ ودُعّاۃ اور مدرسین ضرور ہیں جو اخلاص نیت کے ساتھ ان خدمات کو دین سمجھ کر اپنی مسلکی وابستگی کے باوصف اسلام کے مفادات کے تحفظ کیلئے ہر وقت کوشاں رہتے ہیں جو اس گئے گذرے الحادی اور فرعونی دَور میں بھی بسا غنیمت ہے اگر چہ ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہے اور باہوش طبقہ ان کا اِدراک بخوبی کرتا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء - اس اندرونی انتشار واختلاف کا فائدہ سب سے زیادہ اُن اسلام دُشمن قوتوں کو پہنچ رہا ہے جن کے ہاتھوں کوہِ ماران (کشمیر) سے کوہِ فاران (جزیرۃ العرب) تک اہل اسلام کا خون بہہ رہا ہے۔جن کے جنگی سمندری جہاز دریائے یرموک سے دریائے کابل کے ساحلوں پر لنگر انداز ہیں۔اس طرح افراد خانہ کی باہمی لڑائیوں سے بیرونِ خانہ دُشمنوں کو شہہ مل رہی ہے مگر اس خانہ جنگی کا نقصان دُشمنوں کے کروز میزائیلوں اور ٹینک شکن بلکہ طیارہ شکن توپوں سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ ع ''ہائے! اس گھر کو آگ لگی گھر ہی کے چراغ سے''۔یہ صورت حال ہمارے یہاں وادی کشمیر میں پہلے نہیں تھی جواَب ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بے دین سیاست اور خدا بیزار صحافت کا اس میں سب سے زیادہ ہاتھ ہے۔زر پرستی، دُنیا پرستی اور آخرت فراموشی اس پر مستزاد۔اس طرح میں پردہ ڈوریاں پلانے والے بھی ہیں۔

اگر چہ مختلف مکاتیب فکر سے وابستہ چند صالح اور دین دار افراد علم ودین کی مختلف لائنوں سے اس صورتحال سے ازحد فکر مند ہونے کی وجہ سے محنت کررہے ہیں۔نفرت وعداوت کی آگ کو بجھانے، دعوتی واصلاحی بنیادی پر محنت کرنے اور تعصب مذموم کی دیوار برلن کو گرانے میں رات دن مصروف ومشغول ہیں اور امت کو درپیش اجتماعی مسائل سے باخبر رکھنے اور اس کو اپنے منصب ومقام کے پہچاننے کیلئے شب وروز تگ ودو کرتے رہے ہیں تاہم ان کی مختلف النوع کوششیں ہاتھی کی سونڈ میں تل کا دانہ ڈالنے کے برابر ہیں۔ اس صورت حال میں بس نزولِ عیسیٰ علیہ السّلام اور ظہورِ مہدیؒ ہی کا انتظار ہے۔اگر چہ ایسے حضرات ان ناگفتہ بہ حالات سے مایوس بھی نہیں ہیں۔

احقر کی نگاہوں سے ایسے اشتعال انگیز اشتہارات اور نفرت آمیز کتابچے گذرے ہیں جن کو دیکھ کر اور پڑھ کر سینہ پیٹنے کو دل چاہتا ہے کہ کس طرح اسلام کے عظمت نشان اَکابر علماء واَولیاء کی عبارتوں میں جوڑ توڑ کے ایسے ماہرین وفن کار اختلاف وانتشار کو بڑھاوا دینے اور اہل اسلام کو ایک دوسرے کے خلاف سینہ سپر ہونے کی رات ودن کوششیں کرتے رہتے ہیں۔یہ اشتہارات اور کتابچے بیرونِ ریاست سے آرہے ہیں پھر ان کے زرخرید ایجنٹ ان کی فوٹو اسٹیٹ کاپیاں کرا کے پھیلاتے ہیں اور دعوت مناظرہ بلکہ مبازَرت دیتے ہیں اس طرح جگ نہائی کا موقعہ دیتے ہیں۔ تف ہے ان لوگوں پر۔دراصل ایسے بدنصیب لوگوں کی روزی روٹی بس یہی ہے وہ باطل قوتوں کا (اہل اسلام کے خلاف) ساتھ دیتے ہیں اس طرح وہ ان باطل طاقتوں کے مشن کو کامیاب بنانے کی راہیں ہموار کردیتے ہیں۔ اہل علم وارباب بصیرت ایسے مارآستینوں،اور میر جعفر ومیر قاسم کے پیروکاروں کو بخوبی سمجھتے ہیں مگر کیا کریں۔

هزاروں نغمے وفا کے، ان کے لبوں پہ آکر مچل رہے ہیں
لبوں پہ لیکن لگے ہیں پہرے تو بن کے آنسو نکل رہے ہیں
زبان ہے ساکت، قلم ہے حیران، بتاؤں کیسے میں راز پنہاں
کہ بحر غم میں اُٹھا ہے طوفان تو دریا دریا دہل رہا ہے

بچوں کو وقت کا پابند بنانا صحت مندی کی علامت ہے

بچے کی نشوونما کیلئے نیند بہت ضروری ہے، جو بچے کم سوتے ہیں وہ دُبلے پتلے معلوم ہوتے ہیں، ہر وقت سُست رہتے ہیں یا روتے رہتے ہیں حالانکہ انکی بھوک ٹھیک ہوتی ہے اور غذا بھی صحیح ہوتی ہے اور وقت مقررہ پر دی جاتی ہے،قبض اور بدہضمی کی شکایت بھی نہیں ہوتی، چنانچہ سُستی کے وجہ سے نیند کی کمی ہے۔جو بچہ زیادہ سوتا ہے وہ زیادہ تندرست اور موٹا رہتا ہے۔

نیند کی کمی کی کئی وجوہات مثلاً بستر آرام دہ نہیں یا اسکو غذا صحیح نہیں دی جارہی ہے یا زیادہ غذا دی جاتی ہے یا اسے شروع سے یہ عادت ڈال دی گئی ہے کہ جہاں وہ سوتا ہو وہاں ذرا سا بھی شور وغل نہ ہو جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچہ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔اس کا خیال شروع سے ہی رکھنا چاہیے کہ بچے کو ایسی عادت ڈالی جائے کہ وہ معمولی شور وغل اور مطلق خاموشی میں یکساں سوتا رہے اس عادت سے ماں اور بچے دونوں کو آرام ملے گا،مثلاً گاڑی میں سفر کرتے وقت بھی آسانی سے سولے گا نہ کہ نیند نہ آنے کیوجہ سے ماں کو تنگ کریگا، ماں کیلئے بچے کو سلانے کیلئے ٹہلانے کی عادت بھی بُری ہے، اگر شروع ہی سے اسے عادت پڑ گئی تو وہ دو تین سال کی عمر تک پریشان کریگا، یہ عادت مشکل ہی سے جائے گی،اگر شروع سے ہی اسے عادت ڈالیں کہ وقت پر بستر پر لیٹے لیٹے خود سوجایا کرے تو وہ خود اپنے وقت پر ہمیشہ سوجایا کریگا، دو تین سال کی عمر کے بچو ں کے اوقات کھانا کھانے کے ایسے مقرر کریں کہ ان کی نیند کے وقت سے کھانا انہیں ایک یا دو گھنٹے پہلے مل جائے تا کہ وہ چل پھر کر کھانا ہضم کرلیں اور کھانا کھاتے ہی سو نہ جائیں ورنہ قبض یا بدہضمی ہوجائیگی یا رات کو بچہ نیند میں نہ سوسکے گا۔رات کو دیر سے سونے یا بے چینی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صبح کو بچہ وقت پر نہیں اُٹھتا کبھی 7 بجے کبھی 8 بجے، اس کی وجہ سے صبح کے ناشتے کا وقت مقرر نہیں ہوسکتا، بچے کا وقت اس طرح مقرر کرلیں کہ وہ رات 7 بجے ہی سوجایا کرے اور بھرپور نیند کے بعد وقت پر جاگے، یہ بھی ٹھیک نہیں ہے کہ بچے کو سونے سے جایا جائے ،دوا کھلانے کیلئے یا کوئی اور بات کیلئے کیونکہ کچھ نیند میں جگا ہوا بچہ دیر تک روتا رہتا ہے اور اسکی طبیعت خراب ہوجاتی ہے اگر دودھ کا وقت آگیا ہے اور بچہ سو رہا ہے تو تھوڑی دیر ٹھہر جانا بہتر ہے۔

بچے بہت سمجھدار ہوتے ہیں اور گھر کے ماحول کا بہت اثر لیتے ہیں، اس لئے انہیں بہترین ماحول مہیا کرنا ماں باپ کا فرض ہے، بچے کی تعلیم وتربیت میں گھر کے ماحول کا بڑا اثر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے کہ دو تین سال کی عمر میں بچے کو جو ماحول ملتا ہے اور جو عادتیں اپناتا ہے وہ چھڑانی مشکل ہوتی ہیں،

فکر صحت

گھر میں خوشگوار ماحول ہونا چاہیے، بچے کے سامنے تیز آواز میں نہیں بولنا چاہیے اور ماں باپ آپس میں غصہ ہوں تو بچے کو بالکل پتہ نہیں لگنے دینا چاہیے، ماں اور باپ دونوں کو بچے کو برابر توجہ دینی چاہیے، چھوٹے بچے کوئی غلط بات کریں تو انہیں پیار سے سمجھائیں، بچے کے دِل میں شروع سے اپنے مذہب سے لگاؤ پیدا کریں، بچہ جب بولنا سیکھے تو اسے ''بسم اللہ اور لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللہ ''سکھائیں اسے ہمدردی اور معاف کرنا اور دیگر اچھی باتیں سکھائیں اور وقت پر کھانے پینے کی عادت ڈالیں ،چیزیں جگہ پر رکھنے کی عادت ڈالیں، شروع سے نظم وضبط کی تربیت ہونی چاہیے۔

بچے پر اس کے ماحول کے علاوہ اس کے دوستوں کا بڑا اثر ہوتا ہے، اچھی طرح احتیاط رکھیں کہ بچے گندے بچوں کے ساتھ نہ کھیلیں اور بُری باتیں نہ سیکھیں، بچے کے ہر سوال کا جواب دیں، بچے کو ہر وقت خوش اور مطمئن وصاف ستھرا رکھنے کی کوشش کریں، بچے کی سرگرمیوں میں حصہ لیں، بچے کی تعلیم کے سلسلے میں نہ زیادہ نرمی اختیار کریں اور نہ ہی حد سے زیادہ سختی کریں، بچے کو ہر وقت مصروف رکھیں، ٹائم ٹیبل سے وقت گزارنے کی عادت ڈالیں، ورزش کرنا یا مارننگ واک کرنا بھی اچھی عادت ہے اس سے بدن چست رہتا ہے اور صحت پر خوشگوار اثر پڑتا ہے، صبح سویرے اُٹھنے پر وقت کافی مل جاتا ہے یوں آرام سے ناشتہ کر کے اسکول وقت پر پہنچا جاسکتا ہے۔

بقیہ: تعلیم قوموں کی شہہ رَگ

نصب العین قوم کی خدمت ہو، جو تعلیم کو تجارت اور روپیوں کا ٹکسال نہ سمجھتے ہوں، بلکہ پوری اُمت کو ایک خاندان سمجھ کر ان کی خدمت کیلئے میدانِ عمل میں اُترے ہوں جنکو ہوٹلوں اور معمولی کارخانوں میں کمسن مسلمانوں بچوں کو برتن دھونے اور جھاڑو دینا تڑپا دیتا ہو، جن کے چہرے بشرے سے ذہانت نمایاں ہے اور جن کی آنکھیں ان کی اندرونی ذکاوت وفراست کی چغلی کھاتی ہیں۔

جب تک قوم کے سر برآوردہ لوگوں میں پوری قوم کیلئے درد اور کسک پیدا نہ ہو، مسلمانوں کی پست حالی ان کی کروٹوں کو بے سکون اور اُن کی آنکھوں کو بے آرام نہ کردے، مسلم تعلیمی ادارے مکان کی تعمیر کے بجائے انسان کی تعمیر کی طرف متوجہ نہ ہوں جو تعلیم وتعلّم کو تجارت کے بجائے عبادت کا درجہ دینے آمادہ نہ ہوں اور پوری قوم میں یہ احساس نہ جاگے کہ تعلیم ہی سے ہماری تقدیر وابستہ ہے، یہ ہماری شہِ رگ ہے اور اس سے محرومی کے بعد کسی قوم کیلئے باعزت طور پر زندہ رہنا ناممکن ہے تب تک ہمارا خوابیدہ نصیب جاگ نہیں سکتا اور ہم روٹھے ہوئے ماضی کو منا کر واپس نہیں لاسکتے!!

www.khanqah.in

تحفظِ ختم نبوت کے خاطر قربانیاں - 2

مولانا حذیفہ وستانوی۔ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

اسلامی گیارہ لشکروں کے سپہ سالار:

قائدین	جہت
(٦)علاء ابن الحضر می	بحرین،دارین
(٧)حذیفہ بن محصن الغلفانی	عمان
(٨)عرفجہ ابن ہرثمہ البارقی	عمان،مہرہ،حضرموت،یمن
(٩)طریفہ بن حاجز	شرق حجاز،بنوسلیم کی طرف
(١٠)مہاجر بن ابی امیہ	یمن،کندہ،حضرموت
(١١)سوید ابن مقرن المز نی	تہامۃ الیمن

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں حضرت ابوہریرہ روایۃ الاسلام فرماتے ہیں ''و اللہ الذی لاالہ الا ھو لولا ان ابا بکر استخلف ما عبداللہ'' اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر ابوبکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔(رواہ البیہقی بحوالہ ازلۃ الخفاء:ج ١/ص ٣)

حضرت عبداللہ ابن مسعود فقیہ الامۃ والاسلام فرماتے ہیں: لقد قمنا بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامًا کدنا نھلک فیہ لولا ان اللہ مَنَّ علینا بابی بکر اجمعنا علی ان لا نقاتل علی ابنة مخاض و ابنة لبون و ان نأکل قریٰ عربیة و نعبد اللہ حتی یأتینا الیقین نعزم اللہ لابی بکر علی قتالھم. (التاریخ الکامل لابن اثیر: ج٢/٢٠٥)

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد ہم ہلاکت خیز حالات سے دوچار ہوگئے تھے، مگر اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جیسی بصیرت افروز) شخصیت کے ذریعہ ہم پر احسان عظیم کیا، ہم لوگ (یعنی جماعت صحابہ) یہ طے کر چکے تھے کہ مانعین زکوۃ کے ساتھ قتال نہیں کریں گے اور جو کچھ تھوڑا بہت رزق میسر آئے گا اس پر اکتفا کریں گے اور اس طرح موت تک اللہ کی عبادت کرتے رہیں گے، مگر اللہ رب العزت نے حضرت ابوبکر کو مانعین کے ساتھ قتال کا پختہ حوصلہ دیا۔

مؤرخ کبیر، مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں ندویؒ بیسویں صدی میں مسلمانوں کے گمراہیوں کو دیکھ کر دل برداشتہ ہوکر فرماتے تھے'' ردۃ و لا ابا بکر لھا'' کہ ارتداد ایک بار پھر زوردار سر اٹھایا ہے مگر افسوس اس کا مقابلہ کرنے کے لیے ابوبکر صدیق جیسا حوصلہ نہیں ان کے جیسی حمیت و غیرت نہیں بلکہ اس موضوع پر آپؒ کی مستقل کتاب ہے۔ واقعۃً حضرت نے بالکل درست کہا جیسی فکری یلغار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں تھی آج بھی ویسی ہی کیفیت ہے تب ابوبکر تھے مگر آج کوئی ابوبکر تو کیا ان کا عشر عشیر بھی نہیں اللہ ہی مدد اور حفاظت فرمائے۔آمین!

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں تحفظ ختم نبوت کے خاطر ہزاروں صحابہ نے اپنی جانوں کو قربان کردیا، بیسویں صدی میں تحفظ ختم نبوت کے لیے نمایاں خدمات انجام دینے والوں میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا نام سرِفہرست ہے، آپ فرماتے ہیں:

جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے، ان کے خون کا جوابدہ میں ہوں، وہ عشق رسالت میں مارے گئے، اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں، ان میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا۔(حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری نور اللہ مرقدہٗ کی تحریک کی وجہ سے ختم نبوت کی تحفظ کے لیے امت میں بیداری پیدا ہوئی اور امت مسلمہ ہندیہ پورے جوش وجذبہ کے ساتھ میدان کارزار میں کود پڑی، جب کچھ جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ اس تحریک کی خاطر شہید ہورہے ہیں تو انہوں نے اپنے آپ کو اس تحریک سے علیحدہ کرکے یہ ثابت کرنا چاہا کہ جو لوگ مارے گئے یا مارے جارہے ہیں ہم اس کے ذمہ دار نہیں تب پھر حضرت نے اپنی تقریر میں کہا) جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے ہیں میں ان سے کہتا ہوں کہ میں حشر کے دن بھی ان کے خون کے ذمہ دار رہوں گا کیوں کہ ختم نبوت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی سات ہزار حفاظ قرآن، تحفظ ختم نبوت کے خاطر شہید کروادیئے تھے (اور غیر حافظوں کی تعداد اس سے تقریباً دوگنی ہوگی)۔(تحریک ختم نبوت آغا شورش کاشمیری بحوالہ روزنامہ اسلام)

صداقت کے لیے گر جاں جاتی ہے تو جانے دو
مصیبت پر مصیبت سر پہ آتی ہے تو آنے دو

(باقی آئندہ شمارے میں)

بقیہ: ذکرِ رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم .... صفحہ 3 سے آگے

دعا فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوۃ (جس کی ہر دعا قبول کی جائے) بنادے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے سعد تم اپنا کھانا پاکیزہ اور حلال بنالو تو تم مستجاب الدعاء بن جاؤ گے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے بے شک بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ ڈالتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا چالیس دن کا عمل مقبول نہیں ہوتا، اور جس بندے کا گوشت حرام اور سود کے مال سے بنا ہو تو جہنم کی آگ اس کے زیادہ لائق ہے'' (رواہ الطبرانی فی الأوسط ٧ ٣٥٥ وفی إسنادہ مقال) ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ حرام مال کماتا ہے پھر اس میں سے (نیک کام میں) خرچ کرتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کا وہ مال بابرکت نہیں ہوجاتا اور اس میں سے صدقہ بھی کرتا ہے تو وہ مقبول بھی نہیں ہوتا اور اس کو اپنے پیچھے (مرنے کے بعد) چھوڑ کر جاتا ہے تو وہ اس کے لیے جہنم کا توشہ ہی بنے گا، بے شک اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو نیکی اور اچھائی سے مٹاتے ہیں، بلاشبہ گندگی گندگی کو دور نہیں کرتی ہے۔(مسند احمد ١/ ٣٨٧) بہرحال مسلمانوں کو حرام مال، حرام غذا، حرام لباس وپوشاک اور دیگر تمام حرام کاموں اور گناہوں سے بہت زیادہ اجتناب کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی دعائیں قبول ہوسکیں اور وہ دنیا وآخرت کی بے شمار مصیبتوں، پریشانیوں اور الجھنوں سے نجات پاجائیں۔

احساسِ کشمیر یا زوالِ کشمیر

تاریخ کشمیر میں ٧ ستمبر ٢٠١٣ء کو بھی یاد رکھا جائے جب عالمی شہرت یافتہ سازنواز زوبن مہتا کا شالیمار باغ سرینگر میں ایک میوزیکل کنسرٹ (Musical Concert) بعنوان ''احساس کشمیر'' منعقد ہوا۔اس کنسرٹ کے نام سے گویا اقوام عالم کو یہ پیغام دینا تھا کہ کشمیر کا حقیقی احساس یہی ہے حالانکہ یہ میوزیکل کنسرٹ منعقد کرانے والے ابھی اگر اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں تو ان کے اندر کا ضمیر (بشرطیکہ زندہ ہو) بھی یہ آواز دے گا کہ یہ ہرگز ''احساس کشمیر'' نہیں ''احساس کشمیر'' اور ''حقیقت کشمیر'' تو اور ہی کوئی چیز ہے۔بہرحال اس میوزیکل کنسرٹ کی وجہ سے جہاں پوری وادی کشمیر میں کرفیو نافذ کیا گیا وہیں خزانہ عامرہ کی ایک ''بہت بڑی رقم'' خرچ کی گئی اور اس کے ساتھ ساتھ کشمیریوں کے احساسات اور جذبات سے ایک کھلواڑ کیا گیا، جہاں اس دن شالیمار باغ (جو درحقیقت فوجی چھاؤنی میں تبدیل کیا گیا تھا) میں موجود مدعوین حضرات اپنے کرتب دکھارہے تھے اور کچھ ''چنیدہ سرکاری مہمان'' ان سے لطف اندوز ہورہے تھے وہیں کشمیر کے دوسرے علاقے میں کشت وخون جاری تھا جس کے نتیجے میں پوری وادی کشمیر میں صف ماتم بچھی ہوئی تھی۔

محترم قارئین! یہ ایک وسیع باب ہے اس پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اور لکھنے والوں نے لکھا بھی۔چنانچہ کچھ حضرات نے اسے ''سیاسی مسئلہ'' قرار دیا کہ دنیا والوں پر واضح ہوجائے کہ کشمیر پُرامن ہے، کچھ حضرات نے اسے ''کشمیری موسیقیت'' کو ختم کرنے کی سازش قرار دیا اور بعض نے اسے ''بیوروکریٹس'' (Bureaucrats) کے دل بہلانے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔یہ تمام تبصرے اپنی جگہ بجا بھی ہوسکتے ہیں لیکن اگر شرعی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یقیناً ہر صاحب دل اس سے شیطان ملعون کی خوشی اور رب ذوالجلال کی ناراضگی محسوس کرے گا کیونکہ شیطان جب راندہ درگاہ ہوا تھا تو چلتے چلتے اس نے چند چیزیں طلب کی تھیں جو حکمت باری اور مشیت ایزدی کے تحت اسے مل گئیں۔ان میں سے ایک چیز یہ بھی تھی کہ مجھے اپنی طرف بلانے کا کوئی ذریعہ عطا کیا جائے۔تو اللہ رب العزت کی طرف سے جواب ملا ٹھیک ہے تمہاری دعوت کا ذریعہ یہی ''ڈھول باجے'' ہیں۔ (تہذیب الآثار ٢/ ٤٣٧)

نیز قرب قیامت کی جہاں اور بہت ساری نشانیاں لسانِ نبوی ﷺ نے بیان فرمائی تھیں وہیں ایک بہت ہی اہم نشانی واتخذت القینات والمعازف بھی ہے یعنی گانے بجانے والیاں اور آلات موسیقیت (Musical instruments) کی کثرت ہونے لگے گی۔(ترمذی ٤/ ٤٩٤ ح ٢٢١٠) ہماری وادی کشمیر میں بھی اب شراب، منشیات (drugs) اور بے پردگی کے ساتھ ساتھ موسیقیت کی کثرت ہونے لگی ہے۔کسی دوکان پر جاؤ تو میوزک، گاڑی میں سوار ہو تو میوزک، کسی شخص کا بلالحاظ عمر وجنس موبائیل فون دیکھو تو میوزک بلکہ اللہ رحم فرمائے اب تو اللہ کے مقدس گھر مساجد میں بھی میوزک کی گھنٹیاں بجتی ہیں اور کسی کے کانوں تلے جوں بھی نہ رینگتی۔حالانکہ احادیث میں کثرت سے میوزک کے مفاسد بیان کیے گئے ہیں اور خاص طور پر اسے حرام قرار دیا گیا ہے بلکہ بعثتِ نبوی کے مقاصد میں جہاں تعلیم کتاب وسنت، تزکیہ نفوس اور تلاوت آیات قرآنیہ ہے وہاں شیطانی باجوں کو ختم کرنا اور تمام آلاتِ موسیقیت (musical instruments) کو مٹانا بھی بعثت نبوی کے مقاصد میں ہے۔جھوٹ، خیانت اور وعدہ خلافی کو جہاں علاماتِ نفاق قرار دیا گیا ہے وہاں میوزک کو باعثِ نفاق بھی قرار دیا گیا ہے۔غرض گناہ کبیرہ کی فہرست میں ایک اہم عنوان میوزک بھی ہے۔ذیل میں میوزک کی حرمت وقباحت کے بارے کچھ احادیث مبارکہ پیش خدمت ہیں:

(١) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے مجھے آلات موسیقی توڑنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔(کنز العمال ١٥/ ٢٢٦) (٢) حضرت ابولبابہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ڈھول اور بانسریاں مکمل طور پر ختم کردوں۔(مسند احمد ٥/ ٢٥٧ ح ٢٢٢٧٢) (٣) حضرت انسؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دو قسم کی آوازیں ایسی ہیں جن پر دنیا وآخرت میں لعنت کی گئی ہے۔ایک خوشی کے موقعے پر باجے تاشے کی آواز، دوسرے مصیبت کے موقعہ پر آہ وبکا اور نوحہ کرنے کی آواز۔(مسند البزار ٢/ ٣٦٣، رجالہ ثقات مجمع الزوائد ٣/ ١٠٠، السلسلة الصحیحہ للالبانی ١/ ٤٢٦) (٤) حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم آلات موسیقیت سے اس قدر احتیاط فرماتے تھے کہ آپ نے ایک موقعہ پر ان گھنٹیوں کو نکالنے کا حکم دیا جو جانوروں کے گلے میں بندھی تھیں اور فرمایا کہ فرشتے ایسی جماعت کے ساتھ نہیں رہتے جس میں گھنٹی ہو۔

(مسلم ٦/ ١٦٢ ح ٥٦٦٨، صحیح ابن حبان ١٠/ ٥٥٤ ح ٤٧٠٣، مسند احمد ٢/ ٣٤٣ ح ٧٥٥٦)

(٥) حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا میوزک انسان کے دل میں نفاق اسی طرح اُگاتا ہے جس طرح پانی ساگ سبزی کو اُگاتا ہے۔(اولہ فی ابوداؤد ٤/ ٤٣٥ ح ٤٩٢٩، السنن الکبری للبیہقی ١٠/ ٢٢٣ ح ٢١٥٣٦) (٦) حضرت ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قرب قیامت میں اس امت میں کئی طرح کی خرابیاں پیدا ہوں گی۔منجملہ ایک خرابی یہ پیدا ہوگی کہ اُن کے سروں پر (محفلوں، خوابگاہوں میں) آلاتِ موسیقی کے ساتھ ساتھ گانے والیاں بھی ہوں گی، اللہ ان کو زمین میں دھنسا دیں گے اور اُن میں بعض لوگوں کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی سی بنادیں گے۔(سنن ابن ماجہ ٢/ ١٣٣٣ ح ٤٠٢٠ مسند الشامیین ٣/ ١٩٢ ح ٢٠٦١)

www.khanqah.in

Vol. 15 No: 09 | 07 March to 13 March 2014 | Friday

Printer,Publisher: Maulana Hamidullah Lone
Editor: Hafiz Mushtaq Ahmad Thoker
Office: Madina Chowk Gawkadal Srinagar
Sub Office: Khandipora Katrasoo Kulgam Jammu and Kashmir -192232
Postal Adress: Post Box No. 1390 G.P.O Srinager
Ph. No. 01942-2481821 Cell: 09906546004

Widely Circulated Weekly News Paper
MUBALLIG
Kashmir

Decl. No: DMS/PUB/627-31/99
R.N.I. No: JKURD/2000/4470
Postal Regd. No: SK/123/2012-2014
Posting Date: 08-03-2014
Printed at: Khidmat Offset Press Srinager
e-mail: muballigmushtaq@gmail.com
muballig_mushtaq@yahoo.com.in

چوری یہ بھی ہے......!!!

شیخ الاسلام حضرت جسٹس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب۔ دامت برکاتہم

حکیم الامت حضرت تھانویؒ ایک مرتبہ سہارنپور سے کانپور جارہے تھے، جب ریل میں سوار ہونے کیلئے سٹیشن پہنچے تو محسوس کیا کہ ان کے ساتھ سامان اس مقررہ حد سے زیادہ ہے جو ایک مسافر کو بک کرائے بغیر اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت ہوتی ہے، چنانچہ وہ اس کھڑکی پر پہنچے جہاں سامان کا وزن کرکے زائد سامان کا کرایہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ سامان بک کراسکیں، کھڑکی پر ریلوے کا جو اہلکار موجود تھا، وہ غیر مسلم ہونے کے باوجود حضرت مولاناؒ کو جانتا تھا، اوران کی بڑی عزت کرتا تھا، جب حضرتؒ نے سامان بک کرنے کی فرمائش کی تو اس نے کہا کہ "مولانا! رہنے بھی دیجئے، آپ سے سامان کا کیا کرایہ وصول کیا جائے؟ آپ کو سامان بک کرانے کی ضرورت نہیں، میں ابھی گارڈ سے کہہ دیتا ہوں، وہ آپ کو زائد سامان کی وجہ سے کچھ نہیں کہے گا"۔

مولانا نے فرمایا: یہ گارڈ میرے ساتھ کہاں تک جائے گا؟ "غازی آباد تک" ریلوے افسر نے جواب دیا، "پھر غازی آباد کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا: "یہ گارڈ دوسرے گارڈ سے بھی کہہ دے گا" اس نے کہا۔ مولانا نے پوچھا "وہ دوسرا گارڈ کہاں تک جائے گا؟" افسر نے کہا: "وہ کانپور تک آپ کے ساتھ جائے گا۔ "پھر کانپور کے بعد کیا ہوگا؟" مولانا نے پوچھا۔ "افسر نے کہا: "کانپور کے بعد کیا ہوتا ہے؟ وہاں تو آپ کا سفر ختم ہوجائے گا۔" حضرت نے فرمایا: "نہیں، میرا سفر تو بہت لمبا ہے، کانپور پر ختم نہیں ہوگا، اس لمبے سفر کی انتہا تو آخرت میں ہوگی، یہ بتائیے کہ جب اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اپنا سامان تم کرایہ دیئے بغیر کیوں اور کس طرح لے گئے؟ تو یہ گارڈ صاحبان میری کیا مدد کرسکیں گے؟"

پھر مولانا نے ان کو سمجھایا کہ یہ ریل آپکی یا گارڈ کی ملکیت نہیں ہے، اور جہاں تک مجھے معلوم ہے، ریلوے کے محکمے کی طرف سے آپ کو یا گارڈ کو یہ اختیار بھی نہیں دیا گیا کہ وہ جس مسافر کو چاہیں ٹکٹ کے بغیر یا اسکے سامان کو کرائے کے بغیر ریل میں سوار کردیا کریں، لہٰذا اگر میں آپ کی رعایت سے فائدہ اُٹھا کر بغیر کرائے کے سامان لے جاؤں تو یہ میرے دِین کے لحاظ سے چوری میں داخل ہوگا، اور مجھے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے اس گناہ کا جواب دینا پڑیگا، اور آپ کی رعایت مجھے بہت مہنگی پڑیگی، ریلوے کا وہ اہلکار مولاناؒ کو دیکھتا رہ گیا، لیکن پھر اس نے تسلیم کیا کہ بات آپ ہی کی دُرست ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ میرے والد ماجد (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ) کے ساتھ پیش آیا وہ ایک مرتبہ ریل میں سوار ہونے کیلئے اسٹیشن پہنچے، لیکن دیکھا کہ جس درجے کا ٹکٹ لیا ہوا ہے، اس میں تِل دھرنے کی جگہ نہیں، گاڑی روانہ ہونے والی تھی، اور اتنا وقت بھی نہ تھا کہ جاکر ٹکٹ تبدیل کروالیں، مجبوراً اوپر کے درجے کے ایک ڈبے میں سوار ہوگئے، خیال یہ تھا کہ ٹکٹ چیک کرنیوالا آئیگا تو ٹکٹ تبدیل کرالیں گے، لیکن اتفاق سے پورے راستے کوئی ٹکٹ چیک کرنیوالا نہ آیا، یہاں تک کہ منزل آگئی، منزل پر اُتر کر وہ سیدھے ٹکٹ گھر پہنچے، وہاں جاکر معلومات کیں کہ دونوں درجوں کے کرائے میں فرق کتنا ہے؟ پھر اتنی ہی قیمت کا ایک ٹکٹ وہاں سے خرید لیا، اور وہیں پر پھاڑ کر پھینک دیا، ریلوے کے جس ہندو افسر نے ٹکٹ دیا تھا، جب اس نے دیکھا کہ انہوں نے ٹکٹ پھاڑ کر پھینک دیا ہے تو اسے سخت حیرانی ہوئی، بلکہ ہوسکتا ہے کہ والد صاحبؒ کی دماغی حالت پر شبہ ہوا ہو، اسلئے اس نے باہر آکر ان سے پوچھ گچھ شروع کردی کہ آپ نے ٹکٹ کیوں پھاڑا؟ والد صاحبؒ نے اسے پورا واقعہ بتایا اور کہا کہ اوپر کے درجے میں سفر کرنے کی وجہ سے یہ پیسے میرے ذمے رہ گئے تھے، ٹکٹ خرید کر میں نے یہ پیسے ریلوے کو پہنچادیئے، اب یہ ٹکٹ بیکار تھا، اسلئے پھاڑ دیا، وہ شخص کہنے لگا کہ "مگر آپ تو اسٹیشن سے نکل آئے تھے، اب آپ سے کون زائد کرائے کا مطالبہ کرسکتا تھا، والد صاحبؒ نے جواب دیا کہ "جی ہاں" انسانوں میں تو اب کوئی مطالبہ کرنیوالا نہیں تھا، لیکن جس حقدار کے حق کا مطالبہ کرنیوالا کوئی نہ ہو، اسکا مطالبہ اللہ تعالیٰ ضرور کرتے ہیں، مجھے ایک دِن ان کو منہ دکھانا ہے، اسلئے یہ کام ضروری تھا"۔

یہ دونوں واقعات اُس دَور کے ہیں جب برصغیر پر انگریزوں کی حکومت تھی، اور مسلمانوں کے دِل میں اس حکومت کے خلاف جو نفرت تھی وہ محتاج بیان نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ چوری کی قانونی تعریف خواہ کچھ ہو لیکن گناہ وثواب کے نقطہ نظر سے کسی دوسرے کی چیز اس کی آزاد مرضی کے بغیر استعمال کرنا چوری ہی میں داخل ہے۔ حدیث میں آنحضرت (ﷺ) کا ارشاد ہے: "کسی مسلمان شخص کا مال اس کی خوش دِلی کے بغیر حلال نہیں ہے" (مجمع الزوائد) حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ (ﷺ) نے منیٰ میں جو خطبہ دیا، اس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "کسی شخص کیلئے اپنے بھائی کا کوئی مال حلال نہیں ہے، سوائے اس مال کے جو اس نے خوش دِلی سے دیا ہو"۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "کسی مسلمان کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کا کوئی مال ناحق طور پر لے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا مال مسلمان پر حرام کیا ہے، اور اسکو بھی حرام قرار دیا ہیکہ کوئی شخص اپنے بھائی کی لاٹھی بھی اسکی خوش دِلی کے بغیر لے"۔

ان تمام احادیث میں آنحضرت (ﷺ) نے یہ بات بھی واضح فرمادی ہے کہ دوسرے کی کوئی چیز لینے یا استعمال کرنے کیلئے اس کا خوشی سے راضی ہونا ضروری ہے، آنحضرت (ﷺ) کے ان ارشادات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں تو نظر آئیگا کہ نہ جانے کتنے شعبوں میں ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر ان احکام کی خلاف ورزی کررہے ہیں، ہم چوری اور غصب بس یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص کسی کے گھر میں چھپ کر داخل ہو اور اسکا سامان چرائے یا طاقت کا باقاعدہ استعمال کرکے اس کا مال چھینے، حالانکہ کسی کی مرضی کے خلاف اسکی ملکیت کا استعمال، کسی بھی صورت میں ہو، وہ چوری یا غصب کے گناہ میں داخل ہے، اس قسم کی چوری اور غصب کی جو مختلف صورتیں ہمارے معاشرے میں عام ہوگئی ہیں اور اچھے خاصے پڑھے لکھے اور بظاہر مہذب افراد بھی ان میں مبتلا ہیں، ان کا شمار مشکل ہے، تاہم مثال کے طور پر اس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

ایک صورت تو وہی ہے جس کی طرف پچھلے شمارے میں حضرت مولانا تھانویؒ کے مذکورہ واقعے میں اشارہ کیا گیا، آج یہ بات بڑے فخر سے بیان کی جاتی ہے کہ ہم اپنا سامان (گاڑی) ریل یا جہاز میں کرایہ دیئے بغیر نکال لائے حالانکہ اگر یہ کام متعلقہ افسروں کی آنکھ بچا کر کیا گیا تو اس میں اور چوری میں کوئی فرق نہیں اور اگر ان کی رضامندی سے کیا گیا، جبکہ وہ اجازت دینے کے مجاز نہ تھے تو ان کا بھی اس گناہ میں شریک ہونا لازم آیا، ہاں اگر کسی افسر کو ریلوے یا ائیرلائنز کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہو کہ وہ زیادہ سامان بغیر کرائے کے چھوڑ دے تو بات دوسری ہے۔

دوسری صورت ٹیلی فون ایکسچینج کے کسی ملازم سے دوستی گانٹھ کر دوسرے شہروں میں فون پر مفت بات چیت نہ صرف یہ کہ کوئی عیب نہیں سمجھی جاتی بلکہ اسے اپنے وسیع تعلقات کا ثبوت دے کر فخریہ بیان کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بھی ایک گھٹیا درجے کی چوری ہے اور اس کے گناہ عظیم ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تیسری صورت بجلی کے سرکاری کھمبے سے کنکشن لیکر مفت بجلی کا استعمال چوری کی ایک اور قسم ہے، جس کا رواج بھی عام ہوتا جارہا ہے اور یہ گناہ بھی ڈنکے کی چوٹ کیا جاتا ہے۔

چوتھی صورت اگر ہم کسی شخص سے اسکی کوئی چیز مانگتے ہیں جبکہ ہمیں غالب گمان یہ ہے کہ وہ زبان سے تو انکار نہیں کرسکے گا لیکن دینے پر دِل سے راضی بھی نہ ہوگا اور دے گا تو محض شرماشرمی اور بادِل ناخواستہ دیگا تو یہ بھی غصب میں داخل ہے اور ایسی چیز کا استعمال حلال نہیں۔

پانچویں صورت اگر کسی شخص سے کوئی چیز عارضی استعمال کیلئے مستعار لی گئی اور وعدہ کرلیا گیا کہ فلاں وقت لوٹا دی جائے گی، لیکن وقت پر لوٹانے کے بجائے اسے کسی عذر کے بغیر اپنے استعمال میں باقی رکھا تو اس میں وعدہ خلافی کا بھی گناہ ہے اور اگر وہ مقررہ وقت کے بعد اسکے استعمال پر دِل سے راضی نہ ہوتو غصب کا گناہ بھی ہے، یہی حال قرض کا ہے کہ واپسی کی مقررہ تاریخ کے بعد قرض واپس نہ کرنا (جبکہ کوئی شدید عذر نہ ہو) وعدہ خلافی اور غصب دونوں گناہوں کا مجموعہ

چھٹی صورت اگر کسی شخص سے کوئی مکان، زمین یا دوکان ایک خاص وقت تک کیلئے کرائے پر لی گئی تو وقت گزر جانے کے بعد مالک کی اجازت کے بغیر اسے اپنے استعمال میں رکھنا بھی اسی وعدہ خلافی اور غصب میں داخل ہے۔

ساتویں صورت اگر مستعار لی ہوئی چیز کو ایسی بے دردی سے استعمال کیا جائے جس پر مالک راضی نہ ہو، تو یہ بھی غصب کی مذکورہ تعریف میں داخل ہے، مثلاً کسی بھلے مانس نے اگر اپنی گاڑی دوسرے کو استعمال کرنے کی اجازت دیدی ہے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ اسکے ساتھ "مالِ مفت دلِ بے رحم" کا معاملہ کرے، اور اسے خراب راستوں سے دوڑائے پھرے کہ اس کے کل پُرزے پناہ مانگنے لگیں، اگر کسی نے اپنا فون استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو اسکا ناجائز فائدہ اُٹھا کر اس پر طویل فاصلے کا کالیں دیر دیر تک کرتے رہنا یقیناً غصب میں داخل اور حرام ہے۔

اور آٹھویں صورت یہ کہ بک سٹالوں میں کتابیں، رسالے اور اخبارات اسلئے رکھے جاتے ہیں کہ ان میں سے جو پسند ہوں، لوگ انہیں خرید سکیں، پسند کے تعین کیلئے انکی معمولی ورق گردانی کی بھی عام طور سے اجازت ہوتی ہے، لیکن اگر بک اسٹال پر کھڑے ہوکر کتابوں، اخبارات یا رسالوں کا باقاعدہ مطالعہ شروع کردیا جائے جبکہ خریدنے کی نیت نہ ہوتو یہ بھی ان کا غاصبانہ استعمال ہے جسکی شرعاً اجازت نہیں ہے۔ یہ چند سرسری مثالیں ہیں جو بے ساختہ قلم پر آگئیں، مقصد یہ ہے کہ ہم سب مل کر سوچیں کہ ہم کہاں کہاں چوری اور غصب کے گھٹیاں جرم کے مرتکب ہورہے ہیں؟